قرآن اور امن کا پیغام

محمد جرجیس کریمی

نائن الیون کے افسوس ناک واقعے کے بعد امریکا نے 'دہشت گردی' کے اس واقعے کو ایک 'جرم' قرار دینے کے بجائے 'جنگ' کا نام دیا۔ پھر دُنیا بھر میں جنگ کا بگل بجانے کے ساتھ اسی امریکا نے ملکی اور بین الاقوامی قوانین کو بالکلیہ نظرانداز کر دیا اور آگے بڑھ کر دو مسلم ملکوں: افغانستان اور عراق پر اندھادھند فوج کشی کردی۔ تمام مغربی ممالک میں دہشت گردی کے خلاف قانون سازی کا ایک نہ رُکنے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ محض شبہہ کی بنیاد پر گرفتاریاں، ملک بدری، قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ہاتھوں لوگوں کا اغوا، تفتیش میں توہین آمیز اور انسانیت سوز سلوک، حق دفاع سے محرومی، دوسرے ممالک کی حاکمیت اور آزادی کی پامالی، قومی مفادات کے تحفظ کے نام پر وحشیانہ فوج کشی، کارپٹ بم باری اور سرحدوں کے عالمی ضابطوں کی خلاف ورزی کا راستہ اختیار کیا گیا۔ پہلے تو عالمی برادری امریکی غصّے سے خوف زدہ ہوکر ان اقدامات کو خاموش تماشائی بن کر دیکھتی رہی، مگر 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے نام پر یہ سلسلہ جوں جوں طول کھینچنے لگا تو اس کے خلاف آواز اُٹھنے لگی۔

۲۰۰۹ء میں جنیوا میں قانون دانوں کے عالمی کمیشن کے آٹھ رکنی پینل نے ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ایک نہایت قیمتی رپورٹ شائع کی تھی: War on Terror for Eroding Human Rights۔ اس پینل کی سربراہ آئرلینڈ کی سابق صدر اور اقوام متحدہ میں انسانی حقوق کی ہائی کمشنر میری رابن سن (Marry Robinson) تھیں۔ ان کے ہمراہ دُنیا کے کئی ماہرین قانون اور نیک نام سابق جج تھے۔ اس رپورٹ میں ان قوانین پر بھرپور گرفت کی گئی ہے، جو دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے نام پر بنائے گئے ہیں، اور جن کی زد بین الاقوامی قانون کے مسلّمہ اصولوں پر پڑ رہی ہے۔ رپورٹ میں

دہشت گردی کو 'جنگ' نہیں، بلکہ ایک 'جرم' اور انسانیت کے لیے خطرے سے تعبیر کیا گیا ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ اس کے انسداد کے نام پر قانون اور بنیادی حقوق کے مسلّمہ اصولوں سے انحراف کا کوئی جواز نہیں ہے۔

دہشت گردی کے خلاف امریکی قوانین پر گرفت

ذیل میں اس رپورٹ کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں، جن سے انسداد دہشت گردی کے قوانین کا بھی پتا چلتا ہے اور ان کی خامیوں پر بھی روشنی پڑتی ہے:

''دہشت گردی سے جو خطرات درپیش ہیں، ان کو ہلکا سمجھنا ایک غلطی ہوگی۔ ان خطرات کا مقابلہ ریاستی سطح پر لازم ہے، مگر دہشت گردی کی مخالفت کے نام پر کیے جانے والے موجودہ متعدد اقدامات نہ صرف غیر قانونی ہیں، بلکہ ان کے منفی نتائج رونما ہو رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے انسانی حقوق کے قوانین کی بنیادوں کو جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ اندازے سے بہت زیادہ ہے۔ دہشت گردی مخالف قوانین، پالیسیوں اور طریقوں سے جو نقصان ہوا ہے، اس کا تدارک کرنے کے لیے عالمی، علاقائی اور قومی سطحوں پر اقدامات کی فوری ضرورت ہے۔

''بہت سی ریاستیں اس آڑ میں خود اپنے معاہداتی اور روایتی قانون کے تقاضوں سے انحراف کی راہوں پر بے دھڑک دوڑ رہی ہیں، جس کے نتیجے میں ایک خطرناک صورت پیدا ہوگئی ہے۔ نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ دہشت گردی اور اس کے خوف نے عالمی حقوق انسانی کے بنیادی قانون (بشمول پہلے سے طے شدہ اصول: ٹارچر، ظالمانہ اور غیر انسانی توہین آمیز سلوک، افراد کا اغوا اور غیر منصفانہ مقدمات کی ممانعت) کو پامال کر دیا ہے۔

''لبرل جمہوری ریاستیں ماضی میں انسانی حقوق کے اصولوں کا دفاع کرتی رہی ہیں، مگر اب وہ ان اصولوں کی خلاف ورزی کر کے عالمی قانون کو رفتہ رفتہ کم زور کر رہی ہیں۔ یہ حکومتیں دوسری حکومتوں کی ان کارروائیوں میں، جو حقوق کی پامالی کا ذریعہ ہیں، شریکِ کار ہیں، یا کم از کم خاموش رہ کر ان کی سرگرم ساتھی بن رہی ہیں۔

''دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج داری قانون ہی مقابلے کا اوّلین ذریعہ ہونا چاہیے۔ ہماری تحقیقات اور مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاستوں نے دہشت گردی کی دھمکیوں

کا مقابلہ کرنے کے لیے مروجہ قوانین وضوابط اور آزمودہ طریقوں کو اپنانے سے تو احتراز ہی کیا ہے، لیکن اس کی جگہ دوسری انتہا کو اختیار کرنے کے وسیلے اور بہانے تلاش کیے ہیں۔ تاہم، اگر ریاستوں کو عوام کی زندگی اور سلامتی کے تحفظ کی ذمہ داری ادا کرنا ہے، تو دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے مروّجہ فوج داری عدالتی نظام ہی اوّلین فریم ورک ہونا چاہیے۔

''نائن الیون کے بعد بہت سے قوانین اور پالیسیوں کو غیر متعین مدت کے لیے بلامقدمہ حراست اور فوجی عدالتوں وغیرہ کے ذریعے استعمال کیا جارہا ہے، حالاں کہ ماضی میں بھی یہ حربے آزمائے گئے اور اکثر وبیش تر ناکام رہے ہیں۔ مثلاً یہ نہایت ضروری ہے کہ ایک آزاد سویلین عدلیہ برقرار رکھی جائے، جو دہشت گردی کے خلاف اقدامات پر جواب دہی کو یقینی بنائے۔

''ریاستوں نے احتیاطی تدابیر مثلاً: ملک بدری، پابندیوں کے احکام، دہشت گرد افراد اور تنظیموں کی فہرست پر انحصار بڑھا دیا ہے۔ ہم کو تشویش ہے کہ غیر مصدّقہ شواہد اور ناقص خفیہ معلومات کو افراد اور تنظیموں کے خلاف اقدام کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، اور اپیل کا حق سلب کیا گیا ہے، جس کے بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

''پوری دنیا میں خفیہ ایجنسیوں نے نئے اختیارات اور خطرناک حد تک مؤثر وسائل وآلات حاصل کر لیے ہیں، جب کہ قانونی اور سیاسی جواب دہی بالکل ہی مفقود ہے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قابلِ اعتماد خفیہ معلومات بلاشبہہ ضروری ہیں، لیکن ساتھ ہی جواب دہی بھی ضروری ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ عالمی خفیہ اداروں کے باہمی تعاون کے لیے واضح پالیسیاں اور طریق کار طے کیے جائیں۔

''بہت سی ریاستوں میں مشتبہ دہشت گردوں کی حراست اور تفتیش پر راز داری کا پردہ پڑا ہوا ہے، جس سے ٹارچر، ظالمانہ، غیرانسانی اور توہین آمیز طریقوں کو راستہ ملتا ہے، جب کہ ایسی خلاف ورزیوں پر سزا کا خوف بھی نہیں ہے۔ اس صورت میں عدالتوں اور وکلا تک تیز رفتار اور مؤثر رسائی ممکن بنائی جانی چاہیے، تاکہ اس قسم کی قانونی خلاف ورزیوں سے نجات مل سکے۔

''امریکا کی قیادت میں اعلان کردہ 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' نے عالمی انسانی حقوق کے بنیادی اصولوں اور انسان دوست قانون (Humanitarian Law) کو بہت سخت نقصان پہنچایا ہے۔ امریکا کو استحصال پر مبنی قوانین، پالیسیوں اور طریقوں کو، جو دہشت گردی کے خلاف جنگ

سے وابستہ ہیں، واضح طور پر مسترد کرنا چاہیے۔ ماضی کی خلاف ورزیوں پر شفاف اور جامع تحقیقات کروانی چاہیے اور متاثر افراد کو مناسب تلافی دینی چاہیے"۔

۲۵۰ صفحات پر مشتمل رپورٹ کے یہ چند اہم نکات ہیں۔ ان سے نائن الیون کے بعد انسداد دہشت گردی سے متعلق بنائے جانے والے عالمی قوانین میں موجود خامیوں اور حکومتوں کی فسطائیت کا پتا چلتا ہے۔ اسی رپورٹ کی روشنی میں قرآنی تعلیمات کا جائزہ لینے کی کوشش کی جارہی ہے:

فتنہ و فساد کے خاتمے کا الٰہی قانون

اللہ تعالیٰ اس کائنات کا مالکِ حقیقی ہے۔ وہ دنیا میں امن وسلامتی چاہتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے بے قصور بندوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جائے۔ طاقت ور کم زوروں کا حق ماریں اور ان کا جینا دوبھر کر دیں۔ دنیا میں ظلم وفساد اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو اور لوگوں پر جبراً اپنی مرضی مسلط کی جائے، دھن دولت، لالچ، ہوس، جہاں گیری اور کشور کشائی کے لیے انصاف کا خون بہایا جائے۔ چنانچہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو محترم ٹھیراتے ہوئے "ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے" (المائدہ ۵:۳۲)۔ دوسری طرف فتنہ وفساد کو قتل سے بڑھ کر سنگین جرم قرار دیا ہے۔ (البقرۃ ۲:۱۹۱)

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں برپا فتنہ وفساد کا ازالہ مختلف طریقوں سے کیا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (البقرۃ ۲:۲۵۱)، اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی، مگر دنیا والوں پر اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اسی طرح بھڑکنے والے جنگ کے شعلوں کو اپنی ربوبیت کی تدابیر کے ذریعے سرد کرتا ہے:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (المائدہ ۵:۶۴) یہ لوگ جب بھی جنگ اور خون ریزی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے۔ یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک جگہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے ہٹاتا ہے۔

اگر وہ ایسا نہ کرتا تو عبادت گاہیں تک محفوظ نہ رہتیں اور وہ منہدم کردی جاتیں، مگر اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے بعض لوگوں کو دوسرے لوگوں کے خلاف کھڑا کر دیتا ہے، تاکہ فساد رُک جائے۔(الحج ۲۲:۴۰)

دہشت گردی جرم ہے، جنگ نہیں

جو لوگ دہشت گردی پھیلانے کے لیے معصوم شہریوں کی جانیں لیتے ہیں، ان کے ساتھ خطرناک مجرموں جیسا برتاؤ کیا جانا چاہیے۔ ان کو وہ مقام ہرگز نہیں دیا جانا چاہیے، جو ان جنگجوؤں کا ہوتا ہے جو ریاستوں سے برسرِ جنگ ہوں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی نوعیت بھی یہی ہے۔ برطانیہ کا قانون دان کوئینس کونسل جیفرے رابرٹسن اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے:

> ایک احساس یہ ہے کہ بین الاقوامی قانون ناکام ہو چکا ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کی دفعہ ۱۵ کا اطلاق صرف ان حملوں پر ہوتا ہے جو دوسری ریاستیں کریں نہ کہ دہشت گرد گروپ۔ کسی نے بھی اب تک جنگ اور قانون کے اس معاملے پر دہشت گردی کا اطلاق کرنے کا نوٹس نہیں لیا۔ جنیوا کنونشن اور معمول کے حقوق کا دہشت گرد اور قانون نافذ کرنے والے پر یکساں اطلاق ہونا چاہیے۔

مراد یہ ہے کہ قرآن مجید نے دہشت گردانہ افعال کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا ہے اور اس کے انسداد کے لیے تمام ممکن وسائل و ذرائع اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے:

> اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط (المائدہ ۵:۳۳) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔

اس سخت ترین سزا کا دائرۂ مجرمین تک محدود ہے۔ قانون کا یہ مسلّمہ اصول ہے کہ کسی فرد یا ریاست کو کسی دوسرے کے جرم کی پاداش میں سزا نہیں دی جاسکتی۔ انٹرنیشنل لا کمیشن نے اس سلسلے میں واضح قوانین وضع کیے ہیں، جنھیں دنیا کے تمام ممالک بشمول امریکا و برطانیہ تسلیم کرتے

ہیں۔ اس قانون کی دفعہ ۱۱ کے مطابق فرد یا گروہ کا ایسا طرزِعمل جو کسی ریاست کی جانب سے نہ ہو، بین الاقوامی قانون کے تحت ریاست کا اقدام نہیں سمجھا جائے گا۔

قرآن مجید نے دوسری قوموں سے کیے گئے معاہدوں کی پاس داری کی تلقین کی، حتیٰ کہ جنگی حالات میں بھی صلح کو ترجیح دی جائے۔ اگر دشمن صلح کے لیے ہاتھ بڑھائے تو اس سے صلح کر لی جائے۔ چنانچہ اگر کسی قوم سے مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو اور وہ قوم اپنے یہاں کے مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہی ہو تو اس کے خلاف جنگ چھیڑنا درست نہیں ہوگا، جب تک کہ معاہدے کو ختم کرنے کا اعلان نہ کر دیا جائے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦١﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ (الانفال۸:۶۱-۶۲) اور اے نبیؐ! اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسا کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمھارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے تمھاری تائید کی۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ﴿٥٨﴾ (الانفال۸: ۵۸) ''اور اگر کبھی تمھیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

شبہات کی بنیاد پر جرم ثابت نہیں ہوگا

دنیا کا ایک مسلّمہ قانون یہ ہے کہ اگر کسی پر الزام لگایا جائے تو جب تک وہ الزام ثابت نہ ہو جائے اسے مجرم نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ اسے سزا کا مستحق سمجھا جاسکتا ہے۔ کسی کو پھانسی دینے سے پہلے عدالت میں اس کا جرم ثابت کرنا ہوگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ افغانستان کا کوئی جرم نہ امریکا کی طرف سے دنیا کے سامنے لایا گیا، اور نہ بین الاقوامی عدالت میں اسے ثابت کیا جا سکا، بلکہ اسے سرے سے پیش ہی نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے بغیر اس کے خلاف فوج کشی کر دی گئی۔ جس کے نتیجے میں لاکھوں کی تعداد میں عام آبادی، معصوم بچے، عورتیں، بوڑھے اور مریض ہلاک ہوئے۔

امریکا نے 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے نام پر نہ صرف افغانستان کو تاراج کر دیا، بلکہ اس نے افغانستان کے علاوہ بھی مختلف ممالک میں ڈرون حملوں کے ذریعے وہاں کی عام آبادی کو نشانہ بنایا، چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مارے گئے۔ بہت پہلے امریکی ادارے 'امریکن سول لبرٹیز یونین' (ACLU) نے اپنی ایک رپورٹ میں اس امر کا اظہار کیا تھا کہ یمن، صومالیہ اور پاکستان میں امریکا ڈرون حملوں کے نتیجے میں ۴ ہزار سے زیادہ افراد مارے گئے ہیں اور ہلاک ہونے والوں میں بڑی تعداد شہریوں کی ہے۔ محض شبہے کی بنیاد پر یا لباس اور داڑھی کے جرم میں امریکا کی نگاہ میں مشتبہ علاقوں میں کسی بھی ایسے مرد یا مردوں کے اجتماع کو ہدف بنایا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید تمام فوج داری جرائم کو ثابت کرنے کے لیے گواہی کا اصول بیان کرتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور ۲۴: ۴) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسّی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔

الزامِ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی شرط رکھی گئی اور الزام ثابت نہ ہونے پر اسّی (۸۰) کوڑوں کی سزا متعین کی گئی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دہشت گردی کے اثبات کے لیے کتنی سخت شرائط ہونی چاہییں۔

بے گناہوں کو طویل عرصے تک قید رکھنا

مغرب نے حقوق انسانی اور آزادی کا جتنا چرچا کیا، اس کے مقابلے میں اس نے حقوق پامال کیے اور آزاد انسانوں کو قید خانوں میں برسوں ڈالے رکھا۔ اس کی بدترین مثال گوانتاناموجیل کے بے گناہ قیدی ہیں، جنھیں عرصہ تک قید رکھا گیا اور ان پر مقدمہ چلائے بغیر رکھا گیا۔

قرآن مجید، تمام انسانوں کے حقوق کی پاس داری کی یکساں تعلیم دیتا ہے۔ انسانی جان کی حُرمت کو وہ سب کے لیے یکساں طور پر ہمیشہ اور ہرجگہ تسلیم کرتا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ (المائدہ ۵: ۳۲) جو کوئی کسی نفس کو قتل کرے،

بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو، یا زمین میں فساد پھیلایا ہو تو اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

مساوات انسان کا بنیادی حق ہی نہیں ہے، بلکہ تمام حقوق کی اصل بنیاد ہے۔ حقوق انسانی کے عالمی منشور میں جن حقوق کا ذکر کیا گیا ہے ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ حقوق سب کو یکساں حاصل ہوں گے۔ ان میں نسل، رنگ، جنس (مرد اور عورت)، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر افکار و خیالات، سماجی و معاشی حیثیت اور جائے پیدائش کی بنیاد پر فرق و امتیاز نہیں کیا جائے گا۔

فرعون کے بارے میں قرآنِ عظیم میں کہا گیا ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۝۴ (القصص ۲۸:۴) بے شک فرعون نے ارضِ مصر میں سرکشی کی راہ اختیار کی اور وہاں کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں ایک فرقہ (بنی اسرائیل) کو کمزور بنائے رکھتا، ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا۔ بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

انسانوں کے درمیان مساوات کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ سب کے ساتھ عدل و انصاف ہو اور کوئی بھی شخص ظلم و زیادتی کا ہدف نہ بننے پائے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (الحدید ۵۷:۲۵) ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝۸ (المائدہ ۵:۸) کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس پر ہرگز آمادہ نہ کرے کہ تم عدل سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے اس سے باخبر ہے۔

اسلامی قانونِ شہادت کے تحت کسی شخص کو قید و بند کی سزا اس وقت دی جائے گی، جب قابلِ اعتماد شہادتوں سے ثابت ہو جائے کہ واقعتاً اس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور اس سزا کا

مستحق ہے۔ قرآن مجید میں یہود کے ان مظالم کا حوالہ دیا گیا ہے جو وہ ایک دوسرے کے خلاف کرتے تھے۔ وہ ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے، انھیں قید کرتے، پھر ان سے فدیہ وصول کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے اور اسے میثاقِ الٰہی کو توڑنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ (البقرۃ ۲: ۸۳-۸۵)

انسانیت سوز سزائیں دینا

گذشتہ برسوں میں عالمی ذرائع ابلاغ نے ابوغریب (عراق) اور گوانتانا موبے کے قید خانوں میں قیدیوں کی تذلیل وتوہین اور انسانیت سوز ٹارچر کے جو مناظر دکھائے تھے، وہ روح فرسا، اذیت ناک اور خون کے آنسو رلانے والے تھے۔ قیدیوں کو مادر زاد ننگا کر کے انھیں ایک دوسرے پر ایسے ڈھیر کر دیا جاتا تھا، جیسے وہ انسان نہیں کوڑا کرکٹ ہوں۔ بے لباس قیدیوں کو زنجیروں کے ذریعے دیوار سے باندھ کر ان پر کتّے چھوڑے جاتے تھے اور ان کی بے بسی پر قہقہے لگائے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ جنسی حرکات کرتے ہوئے تصویر کشی کی جاتی تھی۔ گوانتانا موبے کے قیدیوں کو خاص طور سے گز بھر مربع جگہ میں رکھا گیا اور ان کے چاروں طرف خار دار تاروں میں بجلی کا کرنٹ دوڑا دیا گیا۔ ان جیلوں میں کیا کچھ ہوا اس کی محض چند جھلکیاں ہی مہذب دنیا کے سامنے آسکیں، ورنہ بہت کچھ پردۂ خفا ہی میں رہا۔

قرآن مجید میں حدود و قصاص کے ضمن میں بعض سزاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن پر مغرب نے ہمیشہ اعتراضات کیے اور ان کو حقوقِ انسانی کے خلاف باور کرانے کی کوشش کی، مگر دہشت گردی کے انسداد کے نام پر اس نے ایسی ایسی سزائیں ایجاد کی ہیں کہ خدا کی پناہ! بہرحال قرآن مجید ایسی سزاؤں کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دیتا۔ قرآن مجید میں حدود و قصاص کے ضمن میں واضح اصول بیان کیے گئے ہیں اور ان کا نفاذ متعین طور پر صرف مجرموں پر ہوتا ہے۔ وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مشتبہ افراد کو غیر معینہ مدت تک انسانیت سوز سزائیں دی جاتی رہیں۔

ڈکیتی وغیرہ کی متنوع سزاؤں کے باوجود قرآن نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر مجرم گرفت میں آنے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے سزا ساقط ہو جائے گی:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۴

(المائدہ ۵:۳۴) مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اسلام میں ارتداد کی سخت سزا رکھی گئی ہے، یعنی قتل، مگر اس کے باوجود اس کو توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اسے کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ مجرم اگر اصلاح پر آمادہ ہو تو اسے اس کا موقع دیا جائے گا۔ جن مجرمین پر سزا کا نفاذ ہونا ہو ان کی تذلیل و تحقیر کی اجازت نہیں دی گئی ہے، بلکہ جو متعین سزا (حدود یا قصاص) بیان کی گئی ہے صرف وہی نافذ کی جائے گی۔ یہ سزائیں صرف ان لوگوں پر نافذ کی جائیں گی، جو حقیقت میں مجرم ہوں اور جرم ثابت کرنے کے لیے تمام عدالتی کارروائیاں پوری غیر جانب داری کے ساتھ انجام پائی ہوں اور جرم اپنے جملہ شرائط کے ساتھ ثابت ہو چکا ہو لیکن اگر ثبوت میں کسی بھی پہلو سے اشتباہ ہو تو یہ سزائیں نافذ نہیں ہوں گی، البتہ ریاست کو مجرم کی تعزیر کا حق ہے۔

تصورِ امن اور اخلاقیات

امن کے اصل معانی نفس کے مطمئن اور بےخوف ہو جانے کے ہیں۔ اسی سے امانت ہے، جو خیانت کی ضد ہے۔ امین کو امین اس لیے کہا جاتا ہے، کہ اس کی نیک معاملگی پر دل مطمئن ہوتا ہے۔ جو اُونٹ قوی اور مضبوط جسم کا ہو اسے 'مامون' کہا جاتا ہے۔ جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی نیند کے لیے قرآن مجید نے اَمَنَۃً نُّعَاسًا کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان کے معنیٰ ہیں ایسی نیند جس سے دماغ کو راحت و سکون اور دل کو اطمینان حاصل ہو۔ امن خوف کی ضد ہے، یعنی مستقبل میں کسی بھی ناخوش گوار واقعہ سے دوچار ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ اسی سے مستامن ہے، جس کا اطلاق اس حربی پر ہوتا ہے جو اسلامی حکومت سے امان نامہ حاصل کر کے دارالاسلام میں بےخوف ہو کر رہتا ہو۔ گویا امن ایسے حالات کا نام ہے، جن میں ہر شخص یا فریق اپنے تحفظ کے سلسلے میں دوسرے کی طرف سے بالکل بےخوف اور مطمئن ہو۔ سلم، سلام اور اسلام کے الفاظ کا استعمال امن کے مترادف کے طور پر ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں فرد کی تربیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، تاکہ وہ ربّ کی مرضی اور امن و سلامتی کی راہ پر گام زن ہو سکے۔ اسلام امن و سلامتی انفرادی اور سماجی سطح پر ہی نہیں، بلکہ

بین الاقوامی سطح پر بھی قائم کرنا چاہتا ہے، تا کہ ہر متنفس اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ قرآن مجید میں مختلف اخلاقی اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے، مثلاً ذکر، شکر، تقویٰ، توکل، صبر، توبہ واستغفار، شرم وحیا، احسان، صداقت، خوش اخلاقی، ایفائے عہد، امانت، عدل وانصاف، تواضع، رحم دلی، عفوودرگزر، خیرخواہی، مساوات، وغیرہ۔ اسی طرح فضول خرچی، سودخوری، رشوت، بدکاری، کبروغرور، جھوٹ، فریب، غصہ، خیانت، چوری، شراب نوشی، جوا وغیرہ سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر افراد میں یہ اعلیٰ صفات پیدا ہوں تو ایک پُرامن معاشرہ وجود میں آئے گا۔

اسلام کی رُو سے سماج میں پائے جانے والے تمام طبقات اور گروہوں کے درمیان باہمی تعاون، رحمت ومحبت اور امن وسلامتی کا تعلق پایا جا تا ہے۔ اس کی بنیاد حقوق وفرائض کے متوازن اور معتدل تصور پر قائم ہے۔ قرآن مجید میں حقوق وفرائض کی صرف قانونی دفعات ہی مذکور نہیں ہیں، بلکہ حقیقی معنوں میں لوگوں کے درمیان اخوت ومحبت پیدا کرنے کی تدابیر بھی بیان ہوئی ہیں۔

معاشرے میں ایک دوسرے کے خلاف بغض ونفرت اور خوف و ہراس پیدا کرنے کے ذرائع سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اظہارِ کبر، بے رخی برتنے اور کرخت آواز میں بات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کی تعلیم دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس طرح دشمن بھی دوست بن سکتا ہے۔ (حم السجدۃ ۴۱:۳۴)

اصولی طور پر یہ بات بہت واضح انداز میں بیان کردی گئی ہے کہ باہمی تعاون ہمیشہ اچھے، نیک، بھلائی اور خدا ترسی کے کاموں میں کیا جائے اور فتنہ وفساد، ظلم وزیادتی اور بغاوت وسرکشی کے کاموں میں ہرگز نہ کیا جائے (المائدہ ۵:۲)۔ ایسے طبقات کی نشان دہی کی گئی ہے جو تقویٰ اور حُسن سلوک کے مستحق ہیں اور جن کی مالی معاونت معاشرے میں امن وامان کے قیام کا ذریعہ ہوتی ہے۔ (الضحیٰ ۹۳:۹-۱۰، الذاریات ۵۱:۱۹)

اس حکم کے ساتھ تعاون باہمی میں رکاوٹوں کا بھی سدّ باب کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر خودغرضی باہمی تعاون میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس کے ازالے کے لیے ایثار کا حکم دیا گیا ہے (الحشر ۵۹:۹)۔ خودغرضی کی سب سے نمایاں مثال سود ہے، اس لیے اسے حرام قرار دیا گیا ہے (البقرۃ ۲:۲۷۵)۔ اس کے ساتھ ناپ تول میں کمی بیشی کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے

(المطفّفین۸۳:۱-۳)، کیوں کہ یہ سب چیزیں بدامنی پیدا کرتی ہیں اور اس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔قرآن مجید میں ایسے تمام افعال کو فساد فی الارض قرار دیا گیا ہے، جن سے لوگوں کے مال واسباب میں خسارہ ہو۔(الشعراء۲۶:۱۸۳)

درج بالاتعلیمات، قرآن مجید میں عام پیرایے میں بیان ہوئی ہیں، جن کے مخاطب افراد بھی ہیں اور جماعتیں بھی اور حکومتیں اور ریاستیں بھی۔اس کے ساتھ ہی قرآن مجید معاشرے میں امن وسلامتی قائم کرنے کے لیے اجتماعی جدوجہد کی بھی تلقین کرتا ہے اور زمین سے فتنہ وفساد کے خاتمے کو پوری امت کی ذمہ داری ٹھیراتا ہے(اٰل عمرٰن ۳:۱۰۳)۔ وہ مسلمانوں پر بحیثیت خیرِاُمت یہ ذمہ داری بھی ڈالتا ہے کہ روئے زمین سے فتنہ وفساد کی ممکنہ تمام شکلوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔اس کے لیے وہ جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے(النساء ۴:۷۵)۔اس کے ساتھ وہ حکومت اور قانون کو بھی بروئے کار لانے کی تاکید کرتا ہے، تاکہ تمام شہریوں کو سماجی اور سیاسی عدل وانصاف حاصل ہو اور امن وامان کا ماحول باقی رہے(النساء۴:۵۸، الحدید ۵۷:۲۵)۔اسلامی ریاست کے فرائض میں امن وامان کو یقینی بنانے کے لیے حدود وقصاص کے نفاذ کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام جس امن وامان کو انفرادی اور قومی سطح پر قائم کرنا چاہتا ہے اس کو وہ بین الاقوامی سطح پر بھی قائم ودائم دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ مختلف اقوام سے امن معاہدات کرنے اور امن کی پابندیوں کو کرنے کا حکم دیتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۥ (المائدہ۵:۱) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے عہد وپیمان پورے کرو۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ (النحل۱۶:۹۱) اور اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو، جب کہ تم اسے باندھ چکے ہو پورا کرو۔

اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطحوں پر امن وامان کو فروغ ہوگا، افراد اپنے بنیادی حقوق سے بہرہ ور ہوں گے، ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کیا جائے گا، ظالموں کی سرکوبی اور مظلوموں کی دادرسی ہوگی، اور ایک پُرامن معاشرہ وجود میں آئے گا۔